۶۰ سال پہلے

ہمارے پاس اکثر اس قسم کے خطوط آتے رہتے ہیں جن میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑی بڑی شکایتیں کی جاتی ہیں۔ کوئی صاحب اس بات پر ناراض ہوتے ہیں کہ فلاں شخص (زندہ یا مردہ) کے مضامین رسالے میں کیوں شائع کیے جاتے ہیں۔ کسی کی محض اس بات پر دل آزاری ہو جاتی ہے کہ فلاں شخص (مثلاً ابن القیم) کے لیے رحمہ اللہ کیوں لکھا گیا۔ کوئی صاحب حکم لگاتے ہیں کہ تم وہابی ہو گئے کیونکہ فلاں مسئلے میں تم نے حضرات اہل طریقت سے اختلاف کیا۔ کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ تم متعصب حنفی ہو کیونکہ فلاں مسئلہ میں تم نے حضرات اہل حدیث سے اختلاف کیا۔ ایک صاحب کی رائے میں ہم آزاد خیالی کے مجرم ہیں۔ اور دوسرے صاحب کی رائے میں ہم پر قدامت پرستی کا الزام عائد ہوتا ہے۔ غرض جس کو اپنے مسلک اور اپنے خیالات کے خلاف کوئی چیز نظر آتی ہے وہ ایک عتاب نامہ ہمارے نام لکھ دیتا ہے۔ ہم ان حضرات سے عرض کرتے ہیں کہ آخر آپ لوگ اس قدر ذکی الحس کیوں ہو گئے ہیں کہ ذرا ذرا سی باتوں پر آپ کے جذبات کو ٹھیس لگ جاتی ہے؟ اور یہ تنگ دلی کیسی ہے کہ اپنی رائے کے خلاف کسی بات کے سننے کا تحمل بھی آپ میں نہیں؟ ہم نہیں کہتے کہ آپ ہماری ہر بات پر امنا وصدقنا ہی کہا کریں۔ ہم کو یہ دعویٰ نہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی حق ہے اور اس کو مان لینا سب پر فرض ہے۔ ممکن ہے کہ ہم غلطی پر ہوں، اور آپ حق پر ہوں۔ اگر آپ ہمیں کسی مسئلے میں غلطی کرتے دیکھیں تو آپ کو حق ہے کہ ہمیں ٹوک دیں، اور راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ لیکن یہ کام شکایت اور اظہار غیظ و غضب سے نہیں ہو سکتا۔ ذرا صبر و تحمل اپنے اندر پیدا کیجیے۔ آپ کی رائے کے خلاف جو شخص کچھ کہتا ہے اس کو ٹھنڈے دل سے سنیے اور انصاف کی نظر سے دیکھیے۔ اگر اس کی بات معقول ہو اور حق کے مطابق نظر آئے تو محض اس بنا پر اس کو رد نہ کر دیجیے کہ پہلے سے جن خیالات پر آپ جمے ہوئے ہیں ان سے آپ کو محبت ہو گئی ہے۔ اور اگر آپ اسے خلاف حق سمجھیں تو دلیل و حجت سے اس کے قائل کو سیدھا راستہ دکھائیے۔

(سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ’ایک شافعی مسلمان کی شکایت‘، ترجمان القرآن، جلد ۱۰، عدد ۴، ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ، جون ۱۹۳۷ء)